© rasailojaraid.com

ادیان ثلاثہ اور مذہبی رواداری

محمد عامر

رواداری کی تعریف:

تعریف، لغوی معنی:

لفظ رواداری کے حقیقی مفہوم تک رسائی حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس لفظ کے لغوی معنی کو سمجھا جائے۔لغوی معنی کے لیے ہم لغات کے درج ذیل حوالوں سے رجوع کرتے ہیں۔

رواداری کے معنی " (موئنث) کسی بات کو جائز رکھنا۔رعایت ۔(۱)

لغت کے اعتبار سے لفظ رواداری کے معنی ہیں کسی فعل کا دوسرے کی رعایت سے جائز رکھنا۔(۲)

رواداری ایک مرکب لفظ ہے۔اس کا پہلا حصہ " روا " کے معنی ہیں جائز ، مناسب ، جاری۔

اور دوسرا حصہ " داری " اس کا مطلب ہے " ملحوظ رکھنا " دونوں الفاظ کا مرکب معنی یہ ہوگا۔ پاس ، لحاظ ، رعایت۔(۳)۔

رواداری کا لفظ تحمل اور برداشت کے حوالے سے بھی معاشرے میں استعمال ہوتا ہے۔کیونکہ رواداری کی روح رواں تحمل اور برداشت ہی ہے۔

" برداشت کا لفظ فارسی سے مشتق ہے۔یہ لفظ " بر " اور " داشت " کا مرکب ہے۔" بر " کا مطلب بوجھ اور " داشت " کا مطلب رکھنا ہے۔برداشت کا لغوی مفہوم کسی بوجھ کو سنبھالنا ہوگا "۔(۴)۔

اس لفظ کے لیے عربی میں " تحمل " اور " تسامع " اور انگلش میں " Tolerance " کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔اصطلاح میں اس سے مراد لوگوں کے آزادی کے عقیدہ کے حق کا عقلی اور عملی اعتراف ہے اس مفہوم کو " Eencyclopedia of britnica " اس طرح بیان کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" Intellectuall and practical acknowledgement of the right of others to live in accorcance with religious beliefs that are not accepted as ones own " (5).

لغات کی روشنی میں رواداری کے جو معنی سامنے آئے ہیں ان کا لب لباب یہ ہے کہ تحمل سے کام لینا ، رعایت سے کام لیتے ہوئے دوسروں کا خیال رکھنا۔

رواداری کا اصطلاحی مفہوم:

رواداری کے اصطلاحی مفہوم کی وضاحت اس طرح سے کی جاسکتی ہے کہ:

جن افراد کے نظریات وعقائد ہمارے نزدیک درست نہیں ہیں۔ہم ان عقائد اور اصحاب عقائد کو پورے شرح صدر اور کھلے دل سے برداشت کریں۔یعنی اپنے آپ کو عدم برداشت کے حامل تباہ کن رجحانات سے محفوظ رکھیں۔ان کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے اس انداز سے تبصرہ اور تنقید کریں جو ان کے لیے تکلیف دہ نہ ہو اور ان کی ذہنی اور فکری اذیت کا باعث نہ بنے۔ایسے ہی ان کو ان عقائد سے باز رکھنے اور ان کے مطابق عمل کرنے سے انہیں جبراً نہ روکا جائے۔اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں جبراً مداخلت کی جائے (٦)۔

انسان مدنی الطبع ہے وہ دوسرے انسانوں سے کٹ کر زندگی نہیں گزار سکتا۔انسانی اجتماع کے بغیر وہ تمدنی زندگی کو ارتقاء سے ہمکنار نہیں کر سکتا۔لہٰذا معاشرت پسندی، اجتماع انسان کی ضرورت ہے۔تو ایسے انسانوں کو معاشرتی زندگی میں رواداری اختیار کرنا ضروری ہے۔کیونکہ معاشرہ گوناں گوں نظریات اور مختلف استعداد کے حامل افراد سے تشکیل پذیر ہوتا ہے۔اور ہر انسان مختلف فہم وفکر وتدبیر اور صلاحیتوں کا مالک ہوتا ہے۔ایک انسان اگر فکر کرتا ہے ، غور وتدبر کرتا ہے اس کے ان افکار یا اس کے حق ، تفکر ، تدبر اور اظہار کو سلب کرنے کی کوئی فرد کوشش کرتا ہے۔تو یہ اس فرد کے پیدائشی اور فطری حق کو ضائع کرنے کی کوشش ہے۔ایسے میں صرف یہ نہیں کہ جو حق اپنے لیے ثابت کررہے ہیں وہ دوسرے کو نہیں دے رہے۔بلکہ اس کے پیدائشی حق کے ساتھ ساتھ یہ ایک سماجی جرم بھی ہے۔

بعض مفکرین کے ہاں سیکولر ازم کی اصطلاح کے معنی بھی مذہبی رواداری کئے گئے ہیں۔سیکولر معاشرے میں کسی مذہب کے ساتھ کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔کیوں کہ سیکولر معاشرے میں مذاہب کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انسان کا ذاتی معاملہ سمجھا جاتا ہے۔اور مذہبی معاملات میں کسی قسم کی مداخلت کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔بقول ڈاکٹر زھر منیر:

"سیکولر کا مطلب ایسی ریاست ہے جو کسی کے مذہب یا عقیدے میں مداخلت نہ کرتی ہو۔اگر چہ یہ کسی مذہب یا عقیدے کے خلاف بھی نہیں ہوتی۔ملک کے تمام باشندوں کو ان کے عقیدے کے مطابق مذہبی رسوم ادا کی اجازت ہوتی ہے۔اور بلا امتیاز عقیدہ ومذہب اپنی مملکت کے تمام شہریوں کو مساوی حقوق دیتی ہے(۷)۔

سیکولر ازم کو رواداری سے تعبیر کرتے ہوئے اسلام کی مذہبی رواداری کے تصور پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں۔

"میرا مؤقف تو یہ ہے کہ : سیکولرازم کا خدا کے احکام اور اس کے رسول کی لائی ہوئی مقدس کتاب سے کہیں کوئی تضاد ، اختلاف یا تصادم نہیں۔سیکولر کسی پر اپنے نظریات ٹھونسنے کا قائل نہیں اور قرآن بھی " لا اکرہ فی الدین " اور " لکم دینکم ولی الدین " کا قائل ہے۔چنانچہ سیکولرازم کا قرآن سے کوئی تضاد یا اختلاف نہیں " (۸)۔

ڈاکٹر ازھر منیر سیکولرازم کو رواداری سے تعبیر کرتے ہوئے اس کی موجودہ تعبیر لا دینیت کی نفی کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"سیکولر کا مطلب ملحد ، دھریہ اور بے دین نہیں۔اور سیکولر ازم کا مفہوم الحاد ، دھریت اور لادینیت نہیں۔ سیکولرازم مولانا اشرف علی تھانوی کے الفاظ میں:

"اپنے عقیدے کو مت چھوڑ و دوسرے کے عقیدے کو مت چھیڑو " مختصر طور پر کہا جائے تو سیکولرازم کا مفہوم ہے۔" لکم دینکم ولی الدین " ۔

" تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔میں تمہارے عقیدے میں دخل نہیں دیتا تم میرے عقیدے میں دخل نہ دو " (۹)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہبی رواداری کا مفہوم:

انسانی معاشرے کے ارتقاء میں رواداری کا عنصر بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ایک رواداری پر مبنی معاشرہ تمدنی ، تہذیبی ترقی کے مراحل بہ آسانی طے کرسکتا ہے۔اگر معاشرہ باہم دست وگریبان ہو، اختلافات اور افتراقات کا گہوارہ ہو تو اس معاشرہ کا انجام انتہائی بھیانک ہوتا ہے۔" مذہبی لحاظ سے عدم رواداری کی دو مثالیں اور قسمیں ہیں۔ایک تو وہ مذاہب کے درمیان فرق اور علیحدگی سے پیدا ہوتی ہے۔اور دوسری کسی مذہب کے مختلف فرقوں میں دوری اور ناپسندیدگی کی وجہ سے پھیلتی اور بڑھتی ہے۔ان دونوں صورتوں میں تفریق ، علیحدگی اور دوری کی وجہ سے سچائی کا احساس ہوتا ہے۔ہر مذہب کے لوگ گمراہ ہیں۔ایک مرتبہ جب فرق قائم ہوجاتا ہے۔توپھر اپنااور دوسروں کا علیحدہ سے ایک امیج رہتا ہے۔یہاں تک کہ اپنے علاوہ دوسرے سب دشمن بن جاتے ہیں۔پھر انہیں مارنا ، ختم کرنا، کمزور کرنا اپنی بقاء کے لیے لازمی قرار پاتا ہے۔(۱۰)۔

انسان زندگی میں چونکہ مذہب کا کردار اہم رہا ہے۔لہٰذا معاشرتی اعتبار سے اس کی حساسیت دیگر شعبہ جات کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی منافرت ، گروہیت ، فرقہ واریت کی بنیاد پر جتنا انسانیت کا قتل عام ہوا ہے۔شاید ہی کسی اور تنازعہ میں ہوا ہے۔

بقول ڈاکٹر مبارک علی :

"تاریخ میں مذہبی جنونیت اور اپنے عقیدے کی سچائی پر مکمل ایمان بہت سے معاشروں میں رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے مومن اور کافر ، موحد اور شرک کے درمیان تقسیم کو جائز قرار دیا جاتا رہاہے۔ایک دفعہ جب کسی کو اپنے عقیدے کی سچائی پر ایمان ہوجاتا ہے۔تو اس صورت میں وہ دوسرے لوگوں کو گمراہ اور فاسق سمجھتا ہے۔اور انہیں ثقافتی اور سماجی طور پر اپنے دائرے سے نکال کر دور کر دیتا ہے۔اس طرح اس کے زاویہ نگاہ میں ان لوگوں کا درجہ بحیثیت انسان کے بھی گھٹ جاتا ہے۔اس لیے ایک طرف یہ کوشش ہوتی ہے۔کہ انہیں تبلیغ کے ذریعے یا تشدد کے ذریعے اپنی سچائی لانے پر مجبور کرے۔اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو اس صورت میں ان پر تشدد ، اذیت ، اور سختی کرکے انہیں ذلیل وخوار کریں" (۱۱)۔

مذہب کی جڑیں معاشرہ میں تہہ در تہہ ہوتی ہیں۔معاشرہ کے اندر اجتماعیت کے فروغ کے لیے مختلف مذاہب اور کسی ایک مذہب کے اندر وحدت ، یگانگت اور رواداری کا ماحول پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے۔مذہبی رواداری سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کے عقیدے ، مذہب اور احساسات کا احترام کیاجائے تحمل برداشت اور وسعت نظری سے دیگر مسالک ، مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ معاملات کی انجام دہی ہو فرقہ وارانہ ہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آہنگی اور رواداری کا ماحول پیدا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے عقائد وخیالات ، افکار کو دوسروں پر مسلط نہ کیا جائے زبردستی دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی سعی نہ ہو۔دوسروں کے عقائد ونظریات پر علمی تنقید اس انداز سے ہو کہ وہ اختلاف رائے سے آگے عداوت میں نہ تبدیل ہوجائے۔ایک دوسرے کے مذہبی پیشواؤں ، معبودوں کو برا بھلا نہ کہاجائے۔ایک دوسرے کی مذہبی مقدس کتابوں کی تحقیر نہ ہو ان کا احترام کیاجائے۔ایک دوسرے کی مذہبی عبادت گاہوں کے تقدس کا خیال رکھا جائے۔ہر شخص کو کسی بھی عقیدے، مذہب ، اور فکر کو اختیار کرنے میں آزادی حاصل ہو۔مذہب کے نام قتل غارت گری، اور بنیادی انسانی حقوق معطل نہ ہوں۔انسانیت کا احترام ہو، ہر فرد میں معاشرہ کی خدمت کا جذبہ موجود ہوچاہے اس کا تعلق کسی بھی فرقہ ، مسلک ، مذہب سے ہو۔

ہر مذہب چونکہ انسانیت کی بھلائی کے لیے ہے اس کی بنیادی تعلیمات انسانی اخلاق وکردار کی بلندی کے لیے ہیں۔لہٰذا مذہب کے پیروکاروں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مذہب کی بنیادی اخلاقیات کو مدنظر رکھتے ہوئے کل انسانی معاشرے کی کامیابی اعلیٰ کردار واقدار کے لیے کام کریں اور معاشرہ انسانی کے اندر وہ عوامل اور منکرات جن کی وجہ سے انسان جبر وظلم کا شکار ہوں یا دیگر اخلاق رکاوٹوں کا تدارک کریں اور بحیثیت مجموعی انسانی معاشرہ کی دنیاوی اور اخروی نجات کا باعث بنیں۔

رواداری کے معاشرتی نتائج:

رواداری کی مذکورہ تعریف اور بحث پر اگر غور کیاجائے توچند نکات نتائج کے طور پر سامنے آتے ہیں:

۱)...انسان کی اجتماعیت پسند ی کی وجہ سے اجتماع انسانی اور معاشرہ انسانی میں تمام انسانوں پر ایک پر دوسرے کے حقوق عائد ہوتے ہیں۔

۲)...غور ، فکر وتدبر ہر انسان کا بنیاذی حق ہے اور اس تدبر کے نتائج انسانی معاشرے تک پہنچانے میں آزاد ہے۔

۳)...کسی انسان کا ایسا عمل جو دوسرے انسان کی فکر پر قدغن لگائے اس کی آزادی اظہار کا موقع نہ دیا جائے۔تو یہ اس کے فطری حق کو سلب کرنے کی مذموم حرکت ہے۔

۴)آزادی اظہار رائے کے حوالے سے رواداری فرداور معاشرے دونوں کا بنیادی اور فطری حق ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵)معاشرے کے فطری اور تمدنی ارتقاء کاراز اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کے علوم وافکار، خیالات وتصورات کی آزادی ہوتا کہ معاشرہ اخلاقی، تہذیبی، نفسیاتی، سیاسی، سماجی اور اقتصادی حوالے سے شعوری بنیادوں پر استوار ہوکر ترقی اور کمال سے ہمکنار ہوسکے۔

کسی فرد، قوم یا معاشرے کا اپنے ماحول میں موجود دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے بارے میں رویہ اور طرز عمل، اُن کے ساتھ سلوک، اُن کی جان، مال، عصمت، آبرو کو تحفظ، عدل وانصاف، روزگار اور سماجی ترقی کے مواقع مہیا کرنا اور خصوصاًاکثریتی مذہب میں ضم کرنے کی کوئی جبری کوشش نہ کرنا یہ وہ معیار ہے جس پر رواداری کی بنیاد استوار ہوتی ہے۔قرآن پاک نے مذہبی آزادی اور رواداری کو کس نقطہ ء نظر سے دیکھا ہے اور کتنی اہمیت دی ہے وہ آگے ملاحظہ کریں۔

مذہبی راواداری قرآن حکیم کی روشنی میں:

دوسری فصل:

خدائی رحمت کا مخلوق کے ساتھ تعلق اور قرآن حکیم:

قرآن حکیم خدا کے بے پایاں رحمتوں کو بیان کرتا ہے۔تاکہ انسان خالق کائنات کی ان رحمتوں اور برکتوں کے شکر کے طور پر مخلوق خدا سے اسی طرح کی بے پایاں محبت اور رحم کرے۔خالق کائنات کی منشاء یہ ہے کہ انسانوں کے اخلاقیات ایسے اعلیٰ ہوں کہ معاشرے میں رحمت اور محبت عام ہوجائے۔انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کامظہر ہو۔لہٰذا قرآن حکیم بار بار خالق کی رحمت کاتذکرہ کرتا ہے کہ وہ تمام انسانوں کے لیے حد درجہ رحیم وکریم ہے۔لہٰذا معاشرے میں بکھرے ہوئے انسانوں میں محبت اور ہمدردی کوعام کرو۔چاہے وہ کسی بھی نسل، گروہ یامذہب سے ہوں۔کیونکہ خدا کی محبت بھی سب کے لیے اتنی ہی عام ہے قرآن کی درج ذیل آیات اسی رحمت وکرم کی آئینہ دار ہیں۔جوانسانوں کورحم وکرم کے اخلاقیات کی دعوت عام ہیں۔

"ھو الغفور الودود" (۱۲)۔ترجمہ: اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔

"وربک الغنی ذو الرحمۃ "(۱۳)۔ترجمہ:...اور (اے نبی) تیرا پروردگار بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔

مذکورہ آیات خالق کی بے پایاں رحمتوں کااظہار کرتی ہیں۔اب کیسے ہوسکتا ہے؟ کہ معاشرے میں اگر ایسے افراد موجود ہوں جو دوسروں سے بغض وعنا پیدا کریں۔نفرتیں، عداوتیں اور تعصب پھلائیں اور مخلوق کے لیے ان کے دلوں میں رحم کامادہ نہ ہوتو اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے؟ کیا یہ حقیقت واضح ہوتی ہے؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ خدا کی مخلوق پر رحم نہ کرنے والا اس رحیم وکریم ذات کی رحمتوں سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ اس کے غضب کا شکار ہوتا ہے۔

تیسری فصل:

قرآن کا تصور اخوت اسلامی رواداری کی طرف ایک قدم:

قرآن حکیم اپنے پیروکاروں کی سب سے پہلے رواداری کے حوالے سے تربیت کرتا ہے۔ تاکہ وہ آپس میں متحد اور بھائی چارے کی فضاء میں رہ کر اس خلق کو اپنے اندر اتنی وسعت دیں تاکہ آگے چل کر پورے معاشرے کے اندر اخوت کی فضاء قائم کر سکیں۔ یہ فطری پہلو ہے کہ اگر کسی جماعت کے اپنے اندر رواداری برت سکتے ہیں۔ لہٰذا قرآن حکیم سب سے پہلے مرحلے میں مسلمانوں کو اخوت اور رواداری کا سبق ان الفاظ میں دیتا ہے۔

"یاایھا الذین آمنو تقوللہ حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون وعتصمو بحبل للہ جمیعا ولا تفرقو وذکر نعمة للہ علیکم ان کنتم اعداء فالفا بین قلوبکم فاصبحتم بعمته اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من لنار فانقدکم منها کذالک یبین للہ آسیا ته لعلکم " (۱۴)

"اے وہ لوگو ! جو ایمان لائے ہو (اللہ کے ساتھ اپنے فرائض) کا پورا پورا خیال رکھو اور نہ مرو مگر اس حالت میں کہ تم مسلم ہو۔ تم سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو اور آپس میں جدا نہ ہو۔ اپنے اوپر اللہ کی مہربانی کو یاد کرو کہ تم دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں کو جوڑا اور تم سب بھائی بھائی ہوگئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے تھے اس نے تم کو اس سے بچایا۔ اس طرح اللہ تم کو اپنی آیات کھول کر بتا تا رہتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

چوتھی فصل:

عقیدہ اور ایمان میں جبر کی ممانعت:

قرآن پاک اسلامی تعلیمات کا ماخذ اور منبع ہے یہ تمام الہامی صحائف کا آخری وجامع مجموعہ ہے جس میں اس نے تمام انبیاء کرام اور ان کے الہامی کتابوں کی تصدیق کی ہے اور انسانیت کے اگلے دور بین الاقوامیت کے لیے ایسے فطری اور جامع اصول دیے جو گذشتہ انبیاء کی تعلیمات کا تسلسل ہیں ان کی رو سے حالات وزمانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تقاضوں کے مطابق ترقی یافتہ فکر پیش کرتا ہے۔ قرآن حکیم اے انسانو ! کہہ کہ کل انسانیت کو مخاطب کرتا ہے قرآن کاموضوع انسان ہے اور بلا رنگ نسل ومذہب اس کے مخاطب تمام انسان ہیں۔ قرآن حکیم کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اٹھاتا ہے عقل والوں کے لیے فکر تدبر کی دعوت کوعام کرتا ہے اور اس کامقصد ومنشاء انسانیت کووحدت میں پروکران کے فکری وطبعی ارتقاء کوجاری وساری رکھنا ہے۔

بقول ممتاز اسکالر رئیس احمد جعفری ندوی کہ :

" قرآن حکیم کاجتنا غائر مطالعہ کیاجائے گا۔ اتنی ہی یہ حقیقت منکشف ہوتی چلی جائے گی کہ اسلام صرف انہام اور فہیم کا قائل ہے وہ دل جیتنا چاہتا ہے سر اور زبان نہیں " (۱۵)۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ دنیائے انسانیت کے مذہبی صحائف میں قرآن واحد مقدس صحیفہ ہے جو واشگاف انداز میں دنیا کوفکر ونظر کی آزادی کی نوید سناتا ہے اور ہر طرح کے جبر کی نفی کرتا ہے قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

" **لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی** " (۱٦)۔

ترجمہ:۔ دین قبول کرنے میں کوئی جبر واکراہ نہیں بے شک جدا ہوچکی ہے ہدایت گمراہی سے۔

اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ کسی قسم کی جبر اور زبردستی چاہے وہ نفسیاتی ہو، سماجی ہو، اقتصادی یا سیاسی ہو، یا جسمانی نوعیت کی ہو دین اور مذہب کے معاملے میں جائز نہیں۔ آزادی مذہب ، آزادی اظہار رائے ، آزادی ضمیر ، اور آزادی اعتقاد قرآن کی نظر میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ قرآن حکیم برملا یہ اعلان کرتا ہے کہ ہر ایک کی خود ارادیت ، مذہبی حقوق محفوظ ہیں۔

نظریات اور عقائد کے اختلاف کی بناپر انسانوں کے عام معاشرتی اور انسانی حقوق سے روگردانی نہیں کی جاسکتی بلکہ ان کے بنیادی حقوق کے تحت یہ حق دیا جارہا ہے کہ مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری کواُن کے بنیادی حقوق میں شامل کرلیا جائے تاکہ ناقص فہم اور کوتاہ اندیش لوگ مذہبی اختلا ف اور اعتقا دات کے اختلا فات کے وجہ سے ایک دوسرے بنیا دی حقوق سلب کرنے کا باعث نہ بن سکیں لہذا اسی وجہ سے قرآن حکیم کو یہ اعلا ن کرنا پڑا کہ دین کے معاملے میں کو ئی جبر نہیں۔ تفسیر جلالین میں مذکو رہ آیت کے ایک حصے پر اس طرح روشنی ڈالی گئی ہے

" ظهر بالایات البینات ان الایمان رشد "

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(یعنی آیات بینات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ایمان :

"رشد" (ھدایت)

اور کفر "غی" (گمراہی) (17) ۔

گو یا تفسیر جلالین کے اس نقطہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی ہے کہ رواداری کی اساس یہ ہے کہ چونکہ حق اور باطل میں جداگانہ اور متمائز صورت اختیار کر لی ہے۔ اب جبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا سوائے افہام و تفہیم کے راستے سے۔

یہ آیت کریمہ جامع انداز سے آزادی اعتقاد ثابت کرتی ہے اسے بنیادی سماجی حق قرار دیتی ہے اور دوسری جانب آزادی اعتقاد کے تناظر میں سماجی، تہذیبی، ثقافتی اور ذہنی ارتقاء کا راستہ کھول دیتی ہے تاکہ آزادانہ بحث و مباحثہ افہام و تفہیم کی صورتیں پیدا ہو سکیں اور تبدیلی اعتقادی و مذہب، جبر زبردستی کے بجائے وشعور کی بنیاد پر ہو تاکہ انسانی زندگی میں حقیقی افکار ارتقاء پزیر ہو سکیں اور معاشرے کی تمدنی ترقی میں کوئی رکاوٹ حائل نہ ہو سکے۔

قرآن حکیم کے اس تصور رواداری پر اظہار خیال کرتے ہوئے عرب کے عظیم مذہبی اسکالر ڈاکٹر وہبہ زحیلی (جو دمشق یونیورسٹی کے شعبہ فقہ اسلامی ہیں) نے اپنی کتاب تفسیر المنیر میں لکھا ہے۔

" لا تکرھوا احدا علی الدخول فی الاسلام فان دلائل صحتہ لا تحتاج بعدھا الی اکراہ ولان الایمان یقوم علی الاقتناع والحجۃ والبرھان فلا یفید فیہ الالجاء او القسر او الالزام والاکراہ کقولہ تعالی افانت تکرہ الناس حتی یکونو مومنین "(18) ۔

ترجمہ: ... اور کسی کو بھی اسلام میں داخل کرنے کے لئے جبر اور زبردستی نہ کرو اس لئے کہ اسلام کی صحت کے دلائل کی وضاحت کے بعد جبر کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور دوم اس لئے کہ ایمان کی اساس دلی اطمینان اور قناعت ہے، دلیل اور استدلال ہیں تو اس میں جبر زبردستی، سینہ زوری کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسا کہ واضح ارشاد خداوندی ہے پھر کیا تم ان لوگوں کو مجبور کر دوگے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا موصوف نے یہ واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی اساسی تعلیمات میں صرف یہ کہ آزادی مذہب کو جائز سمجھا گیا ہے بلکہ مسلمانوں کو منع کر دیا کہ دین کے معاملے میں کسی کے ساتھ جبر کا سلوک روا نہ رکھیں۔ مزید برآں کہ موصوف نے واضح کر دیا ہے کہ اسلام اور زبردستی کے اصول کے تحت آگے بڑھایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس لئے اسلام کی اصل اصول جو ہے وہ ایمان اور وجدانی قبول ہے اور کسی کو کوئی بات اور موقف وجدانی طور پر قبول کرانا جبر اور الزام کا معاملہ نہیں وہاں استدلال، طاقت حجت، قوت دلیل اور بہتر انداز بیاں کی حکومت چلتی ہے اس لئے اسلام نے روز اول سے وجدانی معاملات سے جبر اور تشدد کے عنصر کی نفی کی ہے۔ اس آیت کریمہ پر مزید تفصیل کرتے ہوئے مولانا موصوف لکھتے ہیں۔

هذا لا ية قا عد ه من قواعد الا سلام الكبرى وركن عظيم من اركان سيا سة ومنها فهو لا يجيز اكراه احد على الدحول فيه ولا يسمح لا حد ان يكره احد ا من اهله على الخروج منه" (19)

اور یہ آیت دین اسلام کے عظیم اصول وقواعد میں سے ایک اصول اور قاعدہ ہے اور اسلامی سیاست کے عظیم ارکان میں سے ایک رکن اور اصول حیات۔

سو اسلام نہ کسی شخص کو یہ اجازت دیتا ہے کہ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی کوشش کرے اور نہ ہی کسی کو یہ موقع دیتا ہے کہ کسی کو جبراً دین اسلام سے نکالنے کی کوشش کرے مزید لکھتے ہیں:

وهذا يكون اذا كنا اصحاب قوه ومنعة نحمى بها ديننا وانفسنا ممن يحاول فتنتنا فى ديننا . ويكون الجها د ضد السلطة البا غية امراً اضطر ارياً حرية الدعوة وامن الفتنه، وتترك قضية التدين اواعتناق الا سلام المجال الفردي اوالشعبى للمجادلة بالتى هى احسن . وللا قناع بالحجة والبرهان (٢٠)۔

ترجمہ:۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم صاحب قوت ہوں اور اپنے تحفظ کے اہل ہوں تم ہم اپنی قوت سے اپنی جان اور مذہبی آزادی کا تحفظ کریں گے۔ ان لوگوں سے جو جبراً ہمیں اپنے نظریات سے برگشتہ کرنا چاہتے ہیں اور جہاد بھی باغی طاقت کے خلاف ایک اضطراری امر ہے تاکہ تبلیغ دین اور مذہبی آزادی کے مواقع محفوظ رہیں۔ البتہ قبول مذہب کا سوال یا اسلام میں داخل ہونے کا سوال شخصی، جماعتی اور قومی زندگی کی سطح پر آزادانہ بحث خوش اسلوبی کے ساتھ اطمینان بادلیل استدلال کی اساس پر ہوگا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کے ضمن میں موصوف نے ببانگ دہل یہ حقیقت واشگاف کردی کہ اسلامی نقطہ نظر تبدیلی مذہب کے متعلق قرآن پاک کی مذکورہ آیت کی روشنی میں یہ ہے کہ تبدیلی مذہب چاہے شخصی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دائرے میں ہو، جماعتی دائرے میں ہو یا من حیث القوم ہو، اس کی اساس آزادانہ بحث ومباحثہ، واضح افہام تفہیم، قوت دلیل، استدلال، طاقت، خوش اسلوب طرز بیان، دلی اطمینان، وجدانی قناعت اور ظہور افادیت پر ہے اس میں جبر، زبردستی طاقت کے استعمال، سماجی دباؤ، اقتصادی پریشر، مالی حرص ولالچ کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے۔اسلام کے تناظر میں جبری ایمان کا کوئی قانونی اور اصولی اعتبار نہیں ہے جبکہ حرص ولالچ اور اس طرح دیگر وقتی مفادات حاصل کرنے کے لیے اسلامی کارڈ استعمال کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے منافقت کے زمرے میں آتا ہے۔

ان دونوں کیفیتوں (جبر اور وقتی مفاد) کے برعکس اسلام کے تناظر میں تبدیلی مذہب میں بنیادی عنصر، صداقت، قناعت، دلی اطمینان قوت استدلال، دنیاوی اور اخروی نجات، اجتماعی اور انفرادی مسائل کے تفصیل حل، نفس انسانی، اجتماعی انسانی اور کائنات کے متعلق صحیح اور طاقتور تصور ہونا چاہیے۔

قرآن حکیم کی " اکراہ " کے حوالے سے متعلق معروف دینی مفکر جناب مفتی محمد شفیع اس طرح تبصرہ فرماتے ہیں۔

"اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اسلام میں جہاد اور قتال کی تعلیم لوگوں کو قبول ایمان پر مجبور کرنے کے لیے نہیں ہے، ورنہ جزیہ لے کر کفار کو اپنی ذمہ داری میں رکھنے اور ان کی جان مال وآبرو کی حفاظت کرنے کے اسلامی احکام کیسے جاری ہوتے، بلکہ دفع فساد کے لیے ہے کیونکہ فساد اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے جس کے درپے کافر رہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ویسعون فی الارض فساد أ واللہ لا یحب المفسدین "

یہ لوگ زمین میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاد اور قتال کے ذریعے سے ان لوگوں کے فساد کو دور کرنے کا حکم دیا ہے، پس ان لوگوں کا قتل ایسا ہی ہے جیسے سانپ بچھو اور دیگر موذی جانوروں کا قتل۔اسلام نے عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور اپاہج وغیرہ کے قتل کو عین میدانِ جہاد میں بھی سختی سے روکا ہے۔کیونکہ وہ فساد کرنے پر قادر نہیں ہوتے ایسے ہی ان لوگوں سے بھی قتل کرنے سے روکا ہے جو جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کر کے قانون کے پابند ہوگئے ہوں۔اسلام کے اس طرز عمل سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد اور قتال سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس سے وہ دنیا میں ظلم وستم مٹا کر عدل وانصاف اور امن وامان قائم رکھنا چاہتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمر نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا " انا عجوز کبیرۃ والموت الی قریب " یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں " حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو اسلام لانے پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی۔ لا اکراہ فی الدین۔ یعنی دین میں زبردستی نہیں۔ درحقیقت ایمان کے قبول پر جبر و اکراہ ممکن بھی نہیں ہے اس لیے کہ ایمان کا تعلق ظاہری اعضاء سے نہیں بلکہ قلب کے ساتھ ہے اور جبر و اکراہ کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے ہوتا ہے اور جہاد و قتال سے صرف ظاہری اعضاء ہی متاثر ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس کے ذریعہ ایمان کے قبول کرنے پر جبر ممکن ہی نہیں ہے اس سے ثابت ہوا کہ آیات جہاد اور قتال آیت لا اکراہ فی الدین کے معارض نہیں ہیں۔ مظہری، قرطبی ا۔" ۔(۲۱)۔

حضرت مفتی صاحب نے اسلام کے آزادی اعتقاد کے تصور کو واضح کرتے ہوئے چند باتیں بہت اہم بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً لا اکراہ فی الدین کی آیت کی آیات قتال سے کوئی تعارض نہیں ہے کہ اس لیے مذکورہ آیت اعتقاد کی آزادی کی علم بردار ہے کہ اعتقاد کے متعلق کسی شخص پر کسی قسم کے جبر اور زبردستی کو روا نہیں رکھا جائے گا۔ جبکہ آیات قتال دائرہ اعتقاد سے خارج ہیں بلکہ ان کا تعلق معاشرتی امن و فساد سے ہے مثلاً اسلام میں آزادی اعتقاد کی دلیل یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست کے تحت ایک غیر مسلم ریاست کے امن عامہ کے اصول کو اختیار کرتے ہوئے تمام بنیادی حقوق، مذہبی آزادی کے تمام تقاضوں سے مستفید ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم چونکہ معاشرے میں مذہبی عقائد اور ایمانیات کے حوالے سے ہر طرح کے جبر کی نفی کرتا ہے اور انسانوں کو اپنی عقل و شعور کی بنیاد پر کسی بھی عقیدے اور فکر کو اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اپنی فکر کو استدلال سے پیش کرتا ہے۔ قرآن کی یہی آزادی و فکر ہے۔ جو معاشرے کے اندر رواداری کا ہمہ گیر ماحول قائم کرنے میں معاون ہوتی ہے۔ قرآن حکیم اپنے عقیدے کو سلامت رکھنے اور دوسرے کے عقیدے کو نہ چھیڑنے کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ:

ولا انا اعبدو ما عبدتم ولا انتم عبد ون ما اعبد لکم دینکم ولی دین ۔(۲۲)۔

ترجمہ:... اور نہ میں اس کی پرستش کروں گا جس کی تم پرستش کرتے ہو اور نہ تم اس کی پرستش کرو گے جب کہ میں پرستش کرتا ہوں تم کو تمہارا دین مجھ کو میرا دین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم اچھائی کی راہ اور برائی کی خرابیوں کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے۔اور ایک انسان کو اختیار دیتا ہے۔کہ وہ خوب غور وفکر کرے اور خود اپنے لیے راہ کاانتخاب کرے اگر وہ سچائی کی راہ کاانتخاب کرے گا۔تو اس کے نتائج اس کو اس دنیا میں اور آخرت میں بھی ملیں گے۔قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"فمن البصر فلنفسه ومن عمی فعليها وما آنا عليكم لحفيظ "۔(۲۳)۔

ترجمہ:... پھر جو دیکھتے تو اپنے لیے اور اندھا ہو جائے تواس کا نقصان اس کی جان پر ہے اور میں تم لوگوں کا محافظ تو نہیں ہوں۔

قرآن حکیم نے ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کاذمہ دار قرار دیا ہے۔کسی پر زبردستی نہیں ہے کہ وہ کسی پر زبردستی اپنا نظریہ ٹھونسے۔جب ہر فرد اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے تو پھر جھگڑا کیسا؟ معاشرے میں اس بنیاد پر کسی قسم کاانتشار اور منافرت نہ ہوگی۔قرآن حکیم اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

" فلذالک فادع واستقم كما امرت ولا تتبع اهوا ئهم وقل امنت لما انزل الله من كتب وامرت لاعدل بينكم الله ربنا وربكم لنا اعمالنا ولكم اعمالكم لا حجته بيننا وبينكم الله يحميع بيننا واليه المصير۔(۲۴)۔

ترجمہ:... تو تو اسی کی طرف بلا تا رہ اور جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہ اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور کہہ دے جو کتاب خدانے اتاری ہے میرا تو اس پر ایمان ہے۔اور مجھ کو حکم ملا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے ہمارے اعمال ہمارے لیے۔اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔ہم اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہی ہم کو جمع کرے گا اور اس کی طرف جانا ہے۔

قرآن حکیم میں حضرت محمد ﷺ کودعوت دپہنچانے کے حوالے سے یہ حکم دیا کہ آپ کافردں کوبالجبر اسلام کے عقیدے کی طرف نہیں لاسکتے۔اور نہ ہی آپکو جابر بنایا گیا۔آپ تو دعوت دیجیے اور ان کو قرآن سمجھاتے رہیے۔گویا قرآن حکیم آپ کوبالجبر عقیدے کی طرف لانے کاقطعی اختیار نہیں دیتا ہے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

" نخن اعلم بما يقولون وما عليهم بجبار فذكر بالقرآن من يخاف وعيد (۲۵)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:... یہ منکر جو کچھ کہتے ہیں ہم جانتے ہیں تم ان پر (حاکم) جابر نہیں ہو۔جو شخص ہمارے عذاب سے ڈرتا ہے۔اس کو قرآن سنا کر سمجھاتے رہو۔

قرآن حکیم اپنی دعوت اسلام میں غیر مسلموں کے جذبات کا خیال رکھتا ہے۔یعنی اگر وہ خوش دلی سے اسلام قبول کریں۔تو ٹھیک ہے وگرنہ ان پر کسی قسم کی پابندی یا جبر نہیں۔بلکہ ان کو امن وعافیت سے واپس کر دو۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

ان احرمن المشرکین استجارک فاخرہ فی یسمع کلامک اللہ ثم ابلعہ ما منہ ذلک بانہم قوم لا یعلمون (۲۶)۔

ترجمہ:... اگر کوئی مجرم تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ (اطمینان سے) کلام خدا کو سن لے پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو، یہ (سلوک) اس لیے (کرنا ضروری) ہے کہ یہ (مشرک) نا واقف (لوگ) ہیں۔

قرآن حکیم پیغمبر اسلام کی فقط یہ ذمہ داری قرار دیتا ہے۔کہ آپ نے صرف سچائی اور عدل وانصاف کی تعلیم پیش کر دینی ہے۔اس کے علاوہ ان کو تسلیم کروانے یا قبول کرانے کے حوالے سے کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ کسی طریقے سے ان کو پابند کرلے کہ وہ ہر صورت میں اس دعوت کو ضرور قبول کریں۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"ما علی الرسول الاالبلاغ واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون" ۔(۲۷)۔

ترجمہ:... پیغمبر صرف (ہمارے حکم) پہنچا دینے کا ذمہ دار ہے۔(اور اے کافر اور مشرکو) اللہ تمہاری کھلی چھپی (سب باتوں) کو جانتا ہے۔

قرآن حکیم جب اسلام کی دعوت دیتا ہے۔تو اس کی آزادی دیتا ہے کہ کوئی شخص اس دعوت کو قبول کرے یا رد کرے۔گویا آزادی فکر اور رائے کی بھرپور آزادی ہے۔نہ ماننے والے پر کوئی جبر یا زبردستی نہیں ہے۔

ارشاد قرآن حکیم ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قل الحق رمکم فمن شاء فلیوء نمن ومن شاء فلیکفر " ۔(۲۸)۔

ترجمہ:... (ان سے) کہو کہ حق خدا کی طرف سے ہے۔ جس کا جی چاہے مانے اور جس کا جی نہ چاہے نہ مانے

اس حقیقت کی مزید وضاحت یہ آیت قرآنِ حکیم کرتی ہے۔

"قل اللہ عبد محلصا لہ دینی فاعبد و واعا شئتم من دونہ " ۔(۲۹)۔

ترجمہ:... ان سے کہو کہ میں تو خدا ہی کی فرمانبرداری مد نظر رکھ کر اس کی عبادت کرتا ہوں۔ تم اس کے سواء جس کو چاہے پوجو۔

پانچویں فصل:

قرآن پاک کی نظر میں اختلاف رائے اور رواداری:

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ وہ آفاقی رہنمائی کا آسمانی صحیفہ ہے اور زمانہ وحالات اور خطے کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انسانیت کے فطری تقاضوں کی تکمیل کرتا ہے۔ اس تناظر میں قرآن انسانی معاشرے کے ارتقاء کے لیے افکار وخیالات میں تنوع اور جدت کو ضروری سمجھتا ہے اور معاشرے کے بکھرے ہوئے خیالات وافکار کے تبادلہ اور اس پر بحث وتمحیص کو جاندار افکار کی نمو کے لیے ضروری قرار دیتا ہے اور ایسی صورتحال میں جہاں اختلاف رائے سامنے آئے تو صبر، برداشت اور علمی دلائل براہین سے اپنی بات پیش کرنے کی تلقین کرتا ہے اختلاف رائے کی صورت میں اختلاف برائے اختلاف اور تنقید برائے تنقید کو غلط قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم اختلاف رائے ونظر کو فطرت انسانی اور تخلیق خداوندی قرار دے کر اسے معاشرتی ارتقاء کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ادعو الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعضۃ الحسنۃ وجا دلھم بالتی ھي احسن "۔(۳۰)۔

ترجمہ:... اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند ونصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے مباحثہ کرو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت میں یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ عمدہ اخلاق، شائستگی، ضبط وتحمل سے پیش آؤ تاکہ مباحث کے دوران بدمزگی پیدا نہ ہو جو آگے چل کر بغض، نفرت، عداوت کا ذریعہ نہ بنے۔ برصغیر کے ممتاز دینی اسکالر مولانا شبلی نعمانی اس قرآنی نقطۂ نظر کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"بلکہ اس مسئلے کا اصلی فلسفہ بتا دیا گیا یعنی خدا نے انسانوں کی فطرت ہی ایسی بنائی کہ ان کی صورت، سیرت، خیال مذاق اور رائے میں اختلاف ہو۔ اس لیے اس بات کی خواہش کرنا کہ تمام لوگ خواہ مخواہ متحد الخیال ہوجائیں گویا فطرت انسانی کو مٹانا ہے۔

اس نقطے کو قرآن حکیم نے یو بیان فرمایا ہے:

ولو شاء ربک لجعل امة واحدة ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذالک خلقهم ۔(ہود، ۱۱۸)۔

ترجمہ:... اور اگر خدا چاہتا تو تمام آدمیوں کو ایک ہی امت بناتا لیکن لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے بجز ان کے جن پر تیرے خدا کا رحم ہو اور خدا نے اسی لیے ان لوگوں کو بنایا ہی ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اختلاف رائے واختلاف نظر انسانی فطرت میں ایک داخلی عنصر ہے اس کو فطرت انسانی سے نکالا نہیں جاسکتا۔ انسانی فطرت کی تخلیق کچھ اس طرح ہوئی کہ اس میں اختلاف شکل وشبہات کے ساتھ ساتھ اختلاف فکر ونظر کی بھی پیوندکاری ہوئی ہے اب بجائے اس کے کہ یہ سعی لاحاصل کی جائے کہ دنیا سے نہ مٹنے والی چیز (اختلاف رائے) کو مٹانے کی کوشش کی جائے بلکہ اختلاف رائے کو برداشت کرکے اس کی اساس استدلال پر رکھنی چاہیے۔

اس آیت کے ضمن میں خدائے پاک فرماتے ہیں کہ اسی اختلاف رائے ونظر کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے گویا انسان کے متعلق خدائی منصوبہ یہ ہے کہ ایک ایسی مخلوق ہو جو ایک خاص نہج میں قید وبند کی زندگی نہ گزارتی ہو بلکہ بیک وقت متعدد افعال، اعمال، آراء اور خیالات کا اظہار کرسکتی ہو۔ ایسے میں اگر دیکھا جائے تو قرآن پاک جملہ انسانوں کو ایک خاص نقطۂ نگاہ پر جمع کرنے کے بجائے متعدد نگاہ کے حاملین قرار دے رہا ہے کہ گویا سماجی ارتقاء خیالات وآراء میں وحدت کے بجائے تنوع میں پوشیدہ ہے۔ سماج متحرک بالغ اور شرقی اس وقت ہوسکتا ہے جب اس میں ہمیشہ اختلاف رائے نظر موجود ہو اس کی اساس آزادانہ بحث ومباحثہ اور آزادانہ استدلال کی کشمکش جاری ہو۔ کمزور نظریات خود اپنی طبعی کمزوری اور مخالفانہ استدلال کی طاقت سے قدم بہ قدم لہولہان ہوتے جائیں اور طاقتور نظریات استدلال کی [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سماج خود بخود متحرک ہوتا جائے گا اور کمزور نظریات کے حامل طبقات کے خلاف جنگ وجدل کے بجائے خود نظریات پر استدلال کو ہدف بناکر استدلال کی طاقت سے ضعیف اور کمزور نظریات کا صفایا کر دیا جائے گا اور اعلیٰ وبرتر نظریات معروضی صداقت کے طور پر جلوہ گر ہوتے جائیں گے۔اور یوں بالآخر معاشرہ میں طاقتور نظریات کی حکمرانی آجائے گی ایک ضعیف کمزور اور موہوم نظریے کی سب سے بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ آزادانہ استدلال کی سکت نہ رکھنے کی وجہ سے سرے سے استدلال کا انکار کر جاتا ہے۔

لہٰذا قرآن پاک نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ انسانی معاشرہ کی اساس اختلاف رائے اور نظر پر استوار ہے اس لیے اختلاف رائے سے راہ فرار کے بجائے اس کو برداشت کر کے استدلال کے لیے راہ ہموار کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے" ۔(۳۱)۔

چھٹی فصل:

قرآن حکیم اور دیگر اقوام کے مذہبی رہنماؤں ومقدس شخصیات کا احترام:

قرآن حکیم گذشتہ مذاہب کے بانیان ان کی مقدس کتب کی برملا تصدیق کرتا ہے۔قرآن حکیم کا مزاج یہ ہے کہ وہ کل انسانی دنیا میں حکما، صلحا، عقلاء اور انبیاء جنہوں نے انسانیت کو اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیمات سے نوازا کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

"انما انت منذرولکل قوم ہاد" ۔(۳۲)۔

ترجمہ:... تم صرف خبردار کر دینے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک راہ بتا دینے والا ہے۔

یہ آیت مبارکہ یہ بتاتی ہے کہ ہر قوم ملت میں ایک رہنما آیا جو حالات وزمانہ اور اس قوم کی نفسیات، مزاج اور ذہنی سطح کے مطابق ان کو راہ ہدایت پر بلاتا رہا۔لہٰذا اس آیت میں مذاہب کے بانیان کی سچائی کی تعلیمات کا اقرار ہوتا ہے کہ جو مذہبی راہنما ہیں انہوں نے صراط مستقیم اعلیٰ اخلاقیات کی طرف اقوام کی رہنمائی کی یہ شخصیات برگزیدہ شخصیات تھیں۔

دوسری جگہ قرآن حکیم اسی تصور کو بیان کرتا ہے:

"وان من امۃ الا خلافیھا نذیر" ۔(۳۳)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:... اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

فطرت کارساز نے دنیائے انسانیت کو بے یارومددگار نہیں چھوڑا۔متعدد اقوام میں رہنمائی کے لیے خدا نے اپنی طرف سے رسول اور انبیاء بھیجے ہیں۔

قرآنِ حکیم کا فرمان ہے:

ولقد ارسلنا رسلاً من قبلنا منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك (۳۴)۔

ترجمہ:... اور ہم نے تم سے پہلے بہت رسول بھیجے ان میں سے کچھ کے حالات ہم نے تم کو سنائے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے حالات ہم نے تم کو نہیں سنائے۔

مختلف اقوام کی رہنمائی وہدایت کے لیے خالق کائنات نے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ان میں یہودی، نصرانی ودیگر معلوم ونامعلوم مذاہب ہیں۔قرآن پاک ان انبیاء، حکماء کا تذکرہ موعظہ اور نصیحت اور خیر خواہی کے قانون کے تحت کرتا ہے۔لہٰذا کسی بھی قوم کی تاریخی نصیحت کوغلط الفاظ میں تذکرہ نہ کیا جائے اس لیے بہت حد تک امکان ہے کہ برگزیدہ خدائی شخصیت کے حق میں گستاخی ہوجائے اور اس کے پیروکاروں کی دل آزاری ہو اور معاشرہ میں فتنہ فساد کا اندیشہ پیدا ہو لہٰذا رواداری کے ماحول کو برقرار رکھنے کے لیے قرآن حکیم دیگر اقوام کی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے سے اجتناب کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

قرآن حکیم نے یہودیوں کے انبیاء عیسائیوں کے انبیاء دیگر حکماء کا تذکرہ بے حد شائستہ لب ولہجہ میں کیا ہے ان کی عظمت، وقار اور تقدس کا خیال رکھا ہے۔گویا قرآن حکیم نے یہ سمجھایا ہے کہ یہ جتنے بھی انبیاء، صلحاء تھے انہوں نے راست بازی، خدمت انسانیت اور خدائی تعلیمات کوعام کرنے کا فریضہ سرانجام دیا جس کو قرآن آگے بڑھارہاہے۔جس طرح قرآن اور نبی ﷺ کی عزت وتوقیر ضروری ہے اس طرح دیگر انبیاء کی عزت وتوقیر ضروری ہے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوسکتا۔

ساتویں فصل:

دیگراقوام کے معبودوں پرغیراخلاقی تذکرہ اورقرآنی تعلیم:

قرآن حکیم جہاں دیگر پہلوؤں میں غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کی تلقین اور ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کرنے کی مذمت کرتا ہے وہاں وہ ان کے معبودوں، خداؤں کو برا بھلا کہنے ان کے لیے غیر اخلاقی الفاظ استعمال کرنے کی ممانعت کرتا ہے۔یہ قرآن حکیم کی رواداری کی انتہائی اعلیٰ مثال ہے کہ نفرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وعداوت ، تعصب سے ہٹ کر دوسروں کے خدائی تصورات تک کاخیال رکھنا۔اس طرح کی مثال کسی اور مذہب کی کتاب میں ملنا محال ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

"ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم ۔(۳۵)۔

ترجمہ:... یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جن دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں ان کو برا نہ کہو کیونکہ اس کے جواب میں نادانی کے ساتھ ناحق یہ خدا کو گالیاں دیں گے۔

اس آیتِ کریمہ میں نہایت دل آویز پیرایہ میں قرآن مجید نے یہ سمجھایا ہے کہ جو لوگ غلط خداؤں کے پیچھے پڑے ہیں جو فطرت کے خلاف نظریات کے حامل ہیں ان کے غلط خداؤں کو بھی غیر معیاری اور غیر اخلاقی انداز گفتگو سے ان کے پیروکاروں کے جذبات مشتعمل نہ کرو اگر چہ ان کے دلائل بالکل غلط بھی ہوں پھر بھی ان کو غیر معیاری اسلوب بیاں اور غیر اخلاقی انداز سے نہ پکارو۔اس یہ وضاحت ہوئی کہ اگر کوئی موقف غلط بھی ہو تو اس کی غلطی کی وضاحت دلائل اور استدلال کے میدان میں مخالف گروہ کے ہم وقت جذبات واحساسات کے تقاضون کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔یقینا قرآن کی یہ تعلیمات نہایت حوصلہ افزا ہیں جو معاشرے کو وسیع المشربی، وسعت نظری اور مذہبی رواداری کی اساس مہیا کرتی ہیں۔

آٹھویں فصل:

غیر مسلموں کے مذہبی مقامات مقدسہ کی حفاظت اور قرآنی حکم:

قرآن حکیم چونکہ انسانی معاشرے کو روح عدل سے ہمکنار کر کے ایسے ترقی دینا چاہتا ہے لہٰذا انسانی معاشرے میں جہاں گوناں گوں نظریات وافکار اور عقائد پھیلے ہوتے ہیں۔ایسے ماحول میں افراد معاشرہ کے درمیان اتحاد واتفاق ، یگانگت اور رواداری کا ماحول معاشرتی ارتقاء کے لیے ناگزیر ہوتا۔قرآن اس ارتقاء کو جاری رکھنے کے لیے معاشرے کے اندر سے ہر طرح کے تعصب کی مذمت کرتا ہے ہر طرح کے جبر واستبدا کو مردود قرار دیکر معاشرے کے انسانی حقوق کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔قرآنی افکار کی روشنی میں استوار عادلانہ نظام کی آغوش میں ہر مذہب فکر اور عقیدہ رکھنے والے امن وسلامتی کی زندگی گذار سکتے ہیں۔قرآن حکیم ان کو روادارانہ ماحول مہیا کرتا ہے تاکہ وہ سکون اور اطمینان سے اپنے اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادت گاہوں میں اپنی مخصوص عبادت کر سکیں قرآن حکیم ان کی عبادت گاہوں کی حرمت اور حفاظت کو ضروری قرار دیتا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا (۳۶)

ترجمہ:... اور اگر اللہ اس کا انتظام نہ کرتا کہ ایک گروہ کی روک تھام دوسرے گروہ کے ذریعے ہو سکے اور وہ سرکش لوگوں کے بے لگا چھوڑ دیتا ہے کہ جو جی میں آئے کرتے چلے جائیں تو (اور چیزیں تو ایک طرف) کسی قوم کی عبادت گاہ تک بھی دنیا میں محفوظ نہ رہتی، خانقاہیں، گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مساجد جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ خدائے پاک کی منشاء یہ ہے کہ وہ بعض لوگوں کو بعض دیگر سے دفع کرتا ہے۔ جو لوگ ظلم کرتے ہیں سماجی عدل کے تقاضے پورے نہیں کرتے اور لوگوں کی مذہبی آزادی چھین لیتے ہیں قوانین فطرت کے تحت خدائے پاک ان کے خلاف بعض دیگر لوگوں کو ابھارتا ہے اور وہ لوگ ان کے ظلم کی بیخ کنی کر کے سماج میں عدل، مذہبی رواداری اور نظریاتی برداشت اور تحمل کا ماحول پیدا کر دیتے ہیں۔ اگر اللہ پاک لوگوں میں قانون دفع پیدا کر کے لوگوں پر رحم نہ کرتا اور ہمیشہ اور ابدالآباد تک ظالم، جابر، سرکش اور نظریاتی انتہا پسندوں کی حکومتیں اور بالادستی قائم رہتی تو ان کے نظریاتی جبر کی وجہ سے مختلف دیگر کمزور طبقات کی مذہبی تعلیم گاہیں، عبادت گاہیں اور مقامات مقدسہ کی عظمت ووقار پامال ہو جاتے۔ مگر یہ اللہ کا رحم وکرم ہے کہ وہ معاشرے میں ہمیشہ ایک قسم کا توازن برقرار رکھتا ہے جس کے نتیجہ میں کمزور طبقات اپنے حقوق اور مذہبی آزادی سے بہرہ مند ہوتے ہیں اس آیت کریمہ میں قرآن حکیم نے ہر قوم، ہر ملت اور مسلک والوں کے مذہبی ادارے اور عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کر دیا ہے۔ اس آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے برصغیر کے ممتاز اسکالر مولانا رئیس احمد ندوی لکھتے ہیں:

" ان آیات سے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کی کیسی زبردست تعلیم ملتی ہے۔ چنانچہ یہاں مسجد کا ذکر فرمایا وہاں گرجاؤں (صوامع) اہل کتاب کی عبادت گاہوں (بیع)، عام عبادت گاہوں (صلواۃ) کا بھی احترام اور تقدس کے ساتھ ذکر فرمایا اور غایت درجہ کی رواداری دیکھئے کہ مسجد یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ کا ذکر سب سے آخر میں فرمایا حالانکہ مسجد کو بڑی آسانی سے مقدم اور دوسری عبادت گاہوں کو موئخر کیا جاسکتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر رواداری کی کوئی مثال کہیں مل سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ومظلوم نہ تھے کہ دم نہ مار سکیں اب ان کے پاس قوت تھی شوکت تھی وبدبہ تھا اور وہ کفار ومشرکین کو نہ صرف کلمہ بہ کلمہ جواب دے سکتے تھے۔بلکہ ان کی دراز دستیوں اور شقا دتوں کا پورا پورا بدلہ بھی لے سکتے تھے "۔(۳۷)۔

قرآن حکیم کی یہ آیت رواداری ، تحمل اور برداشت کی ایسی شعوری آگہی فراہم کرتی ہے۔جس کی اساس پر تمام مذاہب کی عبادت گاہوں ان کے مقدس مذہبی مقامات کا احترام اور غیر مسلموں کے مذہبی جذبات واحساسات کا احترام پیدا ہوتا ہے اور ایک بھرپور روادار معاشرے کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔

نویں فصل:

عدل واحسان کا حکم اور ظلم وجبر کی مذمت:

قرآن حکیم انسانوں کے درمیان ہر شعبہ زندگی میں عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔یعنی انسانی معاشرے میں انفرادی سطح پر باہمی لین دین میں عدل ہو اور اجتماعی سطح پر تمام انسانوں کے ساتھ عدل و احسان کا برتاؤ ہو کوئی شخص قانون اپنے ہاتھ میں نہ لے سکے اور ساری مخلوق خدا امن وآشتی کے ساتھ زندگی گزار سکے۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہوتا ہے:

" ان اللہ یامر بالعدل والاحسان "۔(۳۸)۔

ترجمہ:... بے شک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

قرآن کریم ایک رحیم وکریم ذات کا تصور دیتا ہے۔جو تمام مخلوقات کا پالنے والا ہے۔وہ تمام مخلوقات سے محبت کرتا ہے ان کی تمام ضرورتوں کا خیال کرتا ہے۔لہٰذا وہ خدا ایسے افراد کو پسند نہیں کرتا ہے۔جو اس کی مخلوق پر رحم نہیں کرتے جو معاشرہ انسانی میں ظلم وجبر روا رکھتے ہیں۔

قرآن کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

" ان اللہ لا یظلم مثقال ذرہ " ۔(۳۹)۔

ترجمہ:... بے شک اللہ ذرا برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

قرآن حکیم پھر فرماتا ہے:

" وما اللہ یرید ظلما للعلمین " ۔(۴۰)۔

ترجمہ:... اور اللہ جہاں والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں والوں کی بات کی ہے۔یعنی اس میں تمام انسان مسلمان ، غیر مسلم ، جاندار بے جان سب شامل ہیں۔یعنی تمام جہان میں بسنے والوں کو بلا تفریق ظلم سے محفوظ رہنے کی بشارت ملی ہے۔قرآن حکیم سارے انسانوں کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے :

" وان اللہ لیس بظلا م للبعید " ۔(۴۱)۔

ترجمہ:... اور یہ کہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اب قرآن حکیم جہاں خالق کائنات کے رحم وکرم کا تصور دیا ہے وہاں ظلم کرنے والوں کی مذمت کی اور یہ درس دیا کہ وہ خدائے واحد جومعاشرہ انسانی میں کسی طرح کا بھی ظلم نہیں کرتا اور نہ ظلم کوپسند کرتا ہے۔ اس کی منشایہ ہے کہ معاشرہ انسانی میں رہنے والے جملہ انسان بھی دوسرے انسانوں پر ظلم نہ کریں۔ان سے رحم وکرم اور محبت کارویہ اپنائیں۔قرآن حکیم ان ظالموں کی مذمت کرتا ہے جو معاشرے میں انسانوں کی گردنوں کے مالک بن جانے کادعویٰ کرتے ہیں۔اور معاشرہ میں انسانوں کو ظلم واستبداد کے ذریعے دباکر رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

" انہ لا یحب المعتدین " ۔(۴۲)۔

ترجمہ:... بے شک وہ زیادتی کرنے والوں کوپسند نہیں کرتا۔

قرآن حکیم ظالموں کوجو معاشرے میں انسانوں کاجینا دوبھر کردیتے ہیں چاہے ان کا تعلق کسی بھی گروہ سے ہو۔ان کو ان الفاظ میں متنبہ کرتا ہے۔

" واللہ اعلم بالظلمین " ۔(۴۳)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:... اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

پھر مزید ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔جو معاشرے میں فساد پھیلاتے ہیں لوگوں کے درمیان بغض و عنا پیدا کرتے ہیں فرمایا:

" والله يعلم المفسدين المصلح " ۔(۴۴)۔

ترجمہ:... اور اللہ فساد کرنے والے اور اصلاح کرنے والے ہر ایک کو جانتا ہے سولوگوں کے لیے (خدا کی رحمت سے) دوری ہے۔

معاشرے میں ظلم وغارت گری کا بازار گرم کرنے والے ، انسانوں کوستانے والے اور ان کا استحصال کرنے والے چاہے وہ مذہب کے نام پر ہو یا دیگر تعصبات کی بنیاد پر ہوگی بڑی سخت انداز میں قرآن پاک مذمت کرتا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

" لعنته الله على الظلمين " ۔(۴۵)۔

ترجمہ:... ظالموں پر اللہ کی پھٹکار ہے۔

قرآن حکیم کی انسانی معاشرے سے محبت اور رحمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے اس نے معاشرے میں ظلم وستم کرنے والے فتنہ وفساد پھیلانے والے افراد گروہوں اور نظاموں کی مذمت کرتے ہوئے انہیں سخت اور عبرتناک سزا دینے کی خبرسنائی۔ایسی سزائیں جن کے تصور سے روح کانپ جاتی ہے۔

قرآن ارشاد فرماتا ہے:

انا اعتدنا للظلمين نارا اخاط بهم سرا دقها ان يستعيثو يغاترا بماء كالمهل يشرى الوجوه بئس الشراب وسيا ء ت مرتفقا "(۴۶)۔

ترجمہ:... ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کی ہے۔جس کی قناتیں ان کو گھیرے ہونگی۔اور اگر فرمایا کرینگے تو ایسے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائیگی۔جو تیل کے تل چھٹ کی طرح ہوگا جو چہروں کو بھون ڈالے گا۔یہ پانی برا ہے اور یہ ٹھکانہ برا ہے۔

قرآن حکیم ظالموں کو جس انجام کی خبر سناتا ہے وہ یہ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"لهم من جهنم مها دومن فوقهم غواش وذالک بخزی الظلمین " ۔(۴۷)۔

ترجمہ:... ان کے لیے جہنم کا بچھونہ ہوگا اور ان کے اوپر بالا پوش اور ہم سرکشوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ۔

اور قرآن حکیم کھلے عام ظالموں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے عبرتناک انجام کی خبر دیتا ہے۔

"الا ان الظلمین نی عذاب مقیم " ۔(۴۸)۔

ترجمہ:... سن لو ظلم کرنے والے ہمیشہ کے عذاب میں رہیں گے۔

دسویں فصل:

قرآن کا نظریہ عدل اور مذہبی رواداری:

تاریخ گواہ ہے کہ مفتوح اقوام کو جابر اور فاتح اقوام نے عدل وانصاف کا مستحق نہیں سمجھا۔ کہیں مفتوح اقوام کے مذہبی جذبات واحساسات کو پامال کیا گیا کبھی ان کے مذہبی صحایف کو جلایا گیا۔ ان کی عبادت گاہوں کو مسمار کیا گیا اور طرح طرح سے استبداری قوانین کے ذریعے معاشرے میں ان کا جینا دوبھر کیا گیا۔

مفتوح اقوام کی تمدنی ، ثقافتی ترقیات کو زوال اور پستی سے ہمکنار کیا گیا۔

اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے اعلان کر دیا کہ اب کوئی انسان کسی انسان کو غلام نہیں بنا سکتا۔ کوئی قوم کسی قوم کو جبر واستبداد سے غلامی کی زنجیر میں نہیں جکڑ سکتی۔ اسلام نے آزادی ، مساوات ، عدل اجتماعی کی صداؤں کو دنیا کے طول وعرض میں پھیلا دیا۔ اسلام کا ماخذ اور سرچشمہ قرآن حکیم ہے۔ قرآنی تعلیمات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قرآن انسانی معاشروں کو عدل وانصاف کا گہوارہ بنا کر ان میں نظریہ توحید کی اساس پر ایک عالمگیر وحدت پیدا کرنا چاہتا ہے۔ معروف دینی مفکر عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں۔

"دین اسلام کسی ایک ملک، قوم یا زمانے کے لیے مخصوص نہیں۔ اسلام تمام انسانیت کا دین ہے اور قرآن کریم انسانیت کے اسی دین کا ترجمان ہے۔ قرآن کی تعلیم عالمگیر اور ہمہ گیر ہے۔ جتنی کہ خود انسانیت ہے۔ مشیت ایزدی کا ظہور انسانیت کے تقاضوں کی صورت میں ہی ہوتا ہے۔ قرآن چونکہ انسانیت کے انہی تقاضوں کا آئینہ دار ہے۔ اس لیے وہ خدا کا قانون ہے۔(۴۹)۔

قرآن کریم چونکہ انسانیت کا صحیفہ ہے۔ لہٰذا وہ انسانی معاشرے کے اندر کل انسانیت کو اجتماعیت میں پرونا چاہتا ہے۔ اور اس تناظر میں اجتماعی عدل کو اسلام کی روح قرار دیتا ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو اس امر کا سختی سے پابند کرتا ہے۔ کہ جب تم کسی معاشرے میں غالب آؤ تو وہاں عدل اجتماعی کے قیام میں ذرا بھر بھی غفلت کا مظاہرہ نہ کرنا اور بلا مذہبی تعصب اور عداوت کے ہر قوم کے ساتھ عدل وانصاف کا مظاہرہ کرنا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

ولا یجرمنکم شنان قوم علا الا تعدلو اعدلو موا اقرب للتقوی وتقواللہ (۵۰)۔

ترجمہ:... اور کسی قوم کی سخت دشمنی بھی تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور اللہ سے ڈرا کرو۔

قرآن کریم انسانوں میں عملی مساوات قائم کرنا چاہتا ہے تاکہ سماجی زندگی میں کسی طرح کے طبقات اور امتیازات کی کوئی صورت پیدا نہ ہوسکے۔ قرآن کی درج ذیل آیت اس تصور کی اساس فراہم کرتی ہے۔

ارشاد قرآنی ہے:

"**بعضکم من بعض**" ۔(۵۱)۔

ترجمہ:... تم (سب) ایک دوسرے کی جنس میں سے ہو۔

پھر ارشاد ہوا:

"**الذی خلقکم من نفس واحدۃ**" ۔(۵۲)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترجمہ:… جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جان سے کی۔

انسانی معاشرے کے اجتماعی پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں۔تو سب سے اولین شعبہ معاشیات نظر آتا ہے۔ جس کی بنیاد پر انسانوں کی ترقی کادارومدار ہے۔قرآن حکیم اجتماعی عدل کی صورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے انسانی معاشرے میں معاشی طبقات کوختم کرکے معاشی عدل وانصاف کوضروری قرار دیتا ہے۔اور سر مایہ پرستی، سرمایہ داریت کی نفی اور اسکی پر زور مذمت کرتا ہے۔قرآن اپنے معاشرے کے غیر مسلموں اور مسلمانوں دونوں کو معاشی کفالت میں برابر کا درجہ دیتا ہے۔تمام انسانوں کا معاشیات اور وسائل پر یکساں حق قرار دیکر یہ اعلان کرتا ہے کہ مال و دولت کی گردش چند ہاتھوں میں نہ ہو جس کی وجہ سے معاشرہ معاشی طبقات کا شکار ہو کر غریب، غیر یب سے غریب تر اور امیر، امیر سے امیر تر۔کی صورت میں زوال کی طرف گامزن ہو جائے۔قرآن حکیم کا ارشاد ہے۔

"کی لا یکون دولة بین الا اغنیاء من کم"(۵۳)۔

ترجمہ:… دولت کی گردش چند اغنیاء (ہاتھون) میں نہیں ہونی چاہیے۔

قرآن حکیم سماجی زندگی میں انسانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ صبر و برداشت سے رہنے کی تلقین کرتا ہے۔باہمی لین دین اور تعلقات میں اگر کسی فرد سے زیادتی ہے۔تواس پر صبر کرنے کی تلقین ہے اور اگر بدلہ لینا ہے تو اس حد تک ہو جتنا کہ آپ پر زیادتی ہوئی ہو۔کیونکہ انصاف کا تقاضا یہی ہے ۔لیکن اگر معاف کر دیا جائے تو یہ افضل قرار دیا گیا، انسانی معاشرے میں جہاں مختلف مذاہب، رنگ ونسل کے افراد رہتے ہیں۔قرآن کریم سب کے ساتھ رواداری پر مبنی رویے کا استحکام دیتاہے۔اور انصاف کے اصولوں سے ہٹ کر کوئی بھی قدم اٹھانے کی ممانعت کرتا ہے۔قرآن میں ارشادہوتا ہے۔

وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ما عوقبتم به والئن صبر لهو خير للصابرين(۵۴) ۔

ترجمہ:… اگر بدلہ لو تو بدلہ اسی قدر جس قدر کے تم کو تکلیف پہنچائی جائے۔اور اگر صبر کرلو تو یہ بہتر ہے۔ صبر کرنے والوں کے لئے۔

"معارف القرآن میں مفتی شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ جسمانی تکلیف، پامالی، نقصان میں سب مسلمانوں کے لئے عام قانون یہی ہے کہ برابر کا بدلہ لینا جائز ہے مگر صبر کرنا افضل ہے "(۵۵)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن حکیم معاشرے میں مساوات کا داعی ہے اور یہ مساوات کا تصور انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی اداروں تک پھیلا ہوا ہے۔جہاں افراد معاشرہ بلا مذہبی امتیاز کے مساوات وعدل کے ثمرات سے مستفید ہوتے ہیں۔قرآن حکیم معاشرتی پہلوئوں پر انسانوں کو جو عدل مہیا کرتا ہے۔پاکستان کے معروف مفکر اسلام حضرت علامہ محمد طاسین مدلل انداز سے یوں تب۔صرہ فرماتے ہیں۔

معاشرتی پہلو کے متعلق قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ نے یہ بتایا ہے کہ معاشرے میں مساوات کی بنیادپر معاشرتی تعلقات استوار ہوں مساوات ہی کی بنیاد پر ان کے حقوق و فرائض کا تعلین ہو اور مساوات ہی کی اساس پر ان کے باہمی معاملات طے پائیں۔وہ رنگ ، نسل ،وطن ، زبان ، نسب اور ذات پات کی بناء پر انسانوں کے درمیان فرق مراتب کو تسلیم نہیں کرتا۔اور کسی کے لئے جائز نہیں ٹھراتا کہ وہ ان غیر اختیاری امور میں اپنے آپکو دوسرے سے بہتر اور فضل سمجھے۔وہ پیدائشی طور پر کسی کو اعلیٰ اور شریف اور کسی کو ادنی اور ذیل نہیں قرادیتا۔اسی طرح وہ محض مال و دولت یا حسن وجمال کی بنا پر بھی کسی کو فضیلت و بڑائی نہیں دیتا۔البتہ قرآن کریم شرافت اور نیکی کی بنیاد پر ایک انسان کو دوسرے پر فوقیت دیتا ہے " (۵٦)۔

قرآن کے عدل اجتماعی کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے مزید رقمطراز ہیں۔

قرآن مجید اپنے مثالی معاشرے میں اپنے عدل اجتماعی کو بے حد اہمیت دیتا ہے اور وہ سب کچھ بتلاتا ہے جس سے عدل اجتماعی قائم ہو سکتا ہے۔گویا عدل اجتماعی قرآنی معاشرے کا وہ امتیازی وصف ہے جو قرآنی معاشرے کو دوسرے معاشروں سے ممتاز کرتا ہے۔اور جس کے بغیر کوئی معاشرہ ہرگز معاشرہ نہیں کہلا سکتا۔قرآن مجید کے نزدیک ایک انسان کا ہر وہ فعل اور طرز عمل حرام وناجائز قرار پاتا ہے جس سے کسی بھی انسان کا کوئی حق مجروح ہوتا ہو اگرچہ میں اسکی ذات ، یا خاندان ، قوم اور ملک کا کتنا ہی زیادہ فائدہ کیوں نہ ہو " (۵۷)

قرآن کریم اپنے پیروکاروں کو ہر لحظہ پابند کرتا ہے کہ وہ ہر معاملے میں انصاف سے کام لیں۔معاشرتی زندگی میں جب کبھی کسی تصفیہ کا معاملہ ہو۔چاہے اس کے فریق مسلمان اور غیر مسلمان ہوں۔عدل و احسان سے غافل نہ وہوں۔قرآن حکیم عمومی طور پر ایسے اصول بیان کرتا ہے جنھیں اپنا کر انسانی معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کیا جا سکتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"وا ذ احکمتم بین النا س ان تحکموں با لعدل ان اللہ نعما یعظکم بہ" (۵۸)۔

ترجمہ:... اور جب تم لوگوں میں تصیفہ کر و تو انصاف سے تصیفہ کیا کرو بے شک اللہ تم کو جس بات کی نصیحت کر تا ہے وہ بہت اچھی بات ہے۔

گیارویں فصل:

قرآن حکیم اور حدت نوع انسانی:

اقوام عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ انسانی معاشرے محدود دائرے میں بند نظر آتے ہیں یہ دائرے جغرافیائی، نسلی ولسانی، معاشی تک محدود ہیں لہذا ان دائروں کے نتیجے میں پیدا شدہ معاشرہ بغض وعناد، گروہیت، نسلیت اور قوم پرستی تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے چنانچہ قرآن حکیم نے معاشرے کو بغض وعناد اور محدود دائروں سے نکال کر ہمہ گیریت کا تصور پیش کیا اور سارے انسانیت کو وحدت کے اندر پر وکر اجتماعیت کا فکر دیا۔

قرآن حکیم نے درجہ ذیل آیات میں اسی تصور کو واضح کیا:

"یا ایھا النا س اتقوا ربکم الذ ی خلقکم من نفس واحد ۃ" (۵۹)۔

ترجمہ:... اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی۔

قرآن حکیم کل انسانیت کے لئے بھلائی کا زریعہ ہے قرآن حکیم خود اپنے ماننے والوں کو انسانیت کی فلاح وبہبود اور بھلائی کی وجہ سے گذشتہ تمام امتوں سے بہترین قرار دیتا ہے کیونکہ قرآنی تعلیمات معاشرے میں بکھرے ہوئے تمام طبقات اور افراد کے بنیادی انسانی حقوق کاتحفظ اور معاشرے میں تمام اخلاقی گراوٹ کاخاتمہ کرنا افراد معاشرہ کومنکرات کے ماحول سے بچا کر اعلیٰ اخلاقیات اور نیکی کاماحول پیدا کرنا معاشرے کوسچائی کی اساس پر استوار کرنا اپنا مقصد قرار دیتی ہیں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"كنتم خيرامة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتو منون بالله" (٦٠)۔

ترجمہ:... تم بہترین امت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہو تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔

معروف اسلامی اسکالر پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری مذکورہ آیت کو حقوق کی ادائیگی کی جدوجہد کی اساس قرار دیا اور معاشرے کو محرومی سے بچانے کے لیے جدوجہد کرنے والے افراد ہی کی دراصل اللہ تعالیٰ نے تعریف کرتے ہوئے بہترین امت کا لفظ استعمال کیا۔

ڈاکٹر موصوف رقمطراز ہیں:

" اس پوری خرابی کا علاج صرف اور صرف اسلام کے انقلابی فلسفے میں مضمر ہے وہ یہ کہ معاشرتی زندگی کی اساس عمل ہی سے بدل دی جائے معاشرتی زندگی کی بنیاد بجائے " مطالبہ حقوق " کے تصور کے ایتائے حقوق یعنی ادائیگی فرض کے تصور پر رکھدی جائے ہر شخص اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے بجائے صرف اپنے فرض کی ادائیگی پر مامور ہو اور اس تصور کے پیچھے قانونی قوت موجود ہو۔ ہر شخص اپنے مقررہ اور معینہ فرض کو ادا کرنے پر مصر ہو تو ہر ایک کا حق موجود ہو ہر شخص اپنے مقررہ اور معینہ فرض کو ادا کرنے پر مصر ہو تو ہر ایک کا حق از خود ادا ہو تا رہے گا۔ کیونکہ اپنے فرض کو پورا کرنا درحقیقت دوسرے کا حق ادا کرنے کے مترادف ہے۔ والدین کا فرض ہے کہ بچوں کی اچھی تربیت کریں اولاد کا فرض ہے کہ والدین کی عزت وخدمت کریں، خاوند کا فرض ہے کہ بیوی کو حسن سلوک کے ساتھ ضروریات مہیا کرے بیوی کا فرض ہے کہ خاوند کی اطاعت کرے، چھوٹے کا فرض ہے کہ بڑے کی توقیر کرے بڑے کا فرض ہے کہ چھوٹے پر شفقت کرے، طاقتور کا فرض ہے کہ کمزور کی مدد کرے اور امیر کا فرض ہے کہ غریب کا معاشی تعطل دور کرے اس طرح معاشرے میں احترام اور اعتماد کی فضا پیدا ہوگی۔ ذہنی آلودگی سے نجات ملے گی الغرض اگر ہر فرد صرف اپنے اپنے فرض کو پورا کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایک دوسرے کا حق ادا نہ۔ گویا اسلام جس معاشرے کی تشکیل چاہتا ہے اس کے افراد دوسروں کے پاس اپنا حق مانگنے نہ جائیں بلکہ دوسروں کے پاس چل کر ان کا حق دیتے جائیں اسی معاشرے کا نام اسلامی معاشرہ ہے جس میں کسی کا دست سوال کسی کے سامنے نہ اٹھے بلکہ دست عطا اٹھے مگر کوئی سائل نہ ہو ہاتھ دینے کے لیے اٹھے مگر لینے کے لیے دامن نہ ہو اگر حقوق کی ادائیگی کا ایسا موثر نظام عمل میں لایا جائے تو یہی اسلام کا اجتماعی نصب العین کے حصول کی ضمانت ہے۔ یہی ایک صورت ہے جس سے معاشرے کے تمام افراد کو [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

توکوئی بھی جدوجہد اسلامی نصب العین کے حصول کی جدوجہد قرار نہیں پاسکتی ایسے ہی روحانی الذہن افراد پر مشتمل قوم کا ذکر قرآن مجید مذکورہ آیت میں کرتا ہے۔(۶۱)

انسانی معاشرے کے ارتقاء کے لیے ضروری ہے کہ معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ ہو معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے افراد بے خوف اور بے غم زندگی گذاریں۔عدم تحفظ، جان تلف ہونے کا خوف، مال کے چھن جانے کا خوف، عزت وناموس کے لیے خوف فقر وافلاس کاخوف اگر معاشرے پر طاری ہوجائے تووہ معاشرہ زندگی کے تنوع سے محروم ہوجاتا ہے۔اجتماعی طور پر پورا معاشرہ فکری جمود میں مبتلا ہوکر زوال پزیر ہوجاتا ہے۔

قرآن حکیم انسانی معاشرے میں مسلمان ہوں یا غیر مسلم کل انسانوں کو ایسے معاشرے کی طرف گامزن کرتا ہے جہاں ایسے حالات پیدا کئے جائیں نہ افراد معاشرہ کوکسی طرح کے نقصان، محرومی اور حق تلفی کا اندیشہ لاحق ہویا اس کاخطرہ باقی رہے اس طرح افراد معاشرہ کوایسی اطمینان بخش اور پر سکون زندگی میسر آئے نہ تو انہیں کسی کی ذات سے کوئی دکھ پہنچنے کااندیشہ ہو اور نہ وہ کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنیں۔

قرآن حکیم انسانی معاشرے کو بلا رنگ ونسل ومذہب خوف اور غم سے نجات دلانا چاہتا ہے۔

ارشاد قرآنی ہے:

"فاما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"(۶۲)۔

ترجمہ:... پھر اگر تمہارے پاس میرے طرف سے کوئی ہدایت پہنچے توجو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ایک دوسری آیت میں قرآن حکیم خوف سے امن کی بات کرتے ہوئے بھوک سے بھی امن بخشنے کی بات کرتا ہے اگر بنظر غور جائزہ لیاجائے توانسانی معاشرے کی اساس اقتصادیات پر ہوتی ہے۔زندگی کا وجود بغیر اقتصادیات اور معاشیات کی خوشحالی کے قائم نہیں رہ سکتا۔لہٰذا قرآن حکیم تمام انسانوں کوچاہے اس کا دین مذہب عقیدہ کچھ بھی ہو اس کو بھوک اور خوف سے امن کی ضمانت فراہم کرتا ہے۔قرآن حکیم ایک ایسے معاشرے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جہاں کوئی بھی انسان دوسرے سے کسی بھی قسم کاخوف وخطرہ محسوس نہ کرے۔چاہے وہ خطرہ عقیدہ کے تعصب کی وجہ سے جان کاہو، عبادت گاہوں کی تباہی کاہو، یاعزت نفس مجروح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کا ہو، قرآن کا مقصود یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کے ہر اس عمل سے محفوظ ہو جائے جس سے اس کی جان مال عقیدہ، جذبات واحساسات، عزت وآبرو کو خطرہ درپیش ہو۔

قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

"الذی اطعمهم من جوع وامنهم من خوف" ۔(۶۳)۔

ترجمہ:... تمہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱)... عبدالحمید خواجہ ،جامع الغات ، لاہور ، کوآپریو پرنٹنگ پریس ، ۱۹۳۵ء ، ص۲۳۱۔

۲)... امروہی نسیم ، نسیم الغات ، لاہور ، شیخ غلام علی اینڈ سنز ، ۱۹۵۵ء ، ص ۸۱۵۔

۳)... بشیر احمد صدیقی ، پروفیسر ، جواہر اللغات اردو ، لاہور ، کتابستان پبلشنگ کمپنی ، س ن ، ص ۳۹۷۔

۴)... امروہی نسیم ، نسیم الغات ، محولہ بالا ، ۱۹۷۰ء ، ص ۴۵۔

۵)... Encyclopaedia of britanica (micropedia ready reference,encyclopedia britanica 1974) V,10&P,400.

۶)... خلیل احمد علیم ، مقالہ سیرت عدم برداشت کا قومی اور بین الاقوامی رجحان اور تعلیمات نبوی ، اسلام آباد ، شعبہ تحقیق ومراجع وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان ، ۱۹۹۹ء ،ص ۴۹۲۔

۷)... ازہر منیر ، ڈاکٹر ، عوامی جدوجہد ، ماہنامہ، کراچی ، اگست ۱۹۹۴ء ، ص ۱۴،شمارہ ۱۸ ،جلد ۲۔

۸)... ایضاً ، ص ۲۰ ، شمارہ ۲۱۔

۹)... ایضاً ،ص ۱۴ ، شمارہ ۱۸۔

۱۰)... مبارک علی ، ڈاکٹر ، تاریخ اور مذہبی تحریکیں ، لاہور ، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۸ء ، ص ۱۰۱۔

۱۱)... مبارک علی ، ڈاکٹر تاریخ کیا کہتی ہے، ایضاً ، ص ۹۰۔

۱۲)... القرآن ، ۸۶:۱۴۔

۱۳)... القرآن ، ۶:۱۲۔

۱۴)... القرآن ، ۱۰۲،۶:۱۰۳۔

۱۵)... ندوی ، رئیس احمد جعفری ، مولانا ،اسلام اور رواداری ، لاہور ادارہ ثقافت اسلامی ، ۱۹۵۵ئ، ص ۵۵۔

۱۶)... القرآن ،۲:۲۵۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۷)... جلال الدین ، محمد بن احمد المحلی الشافعی ، تفسیر جلالین ، کراچی ، قدیمی کتب خانہ ، س ن ، ص ۴۰۔

۱۸)... وھبہ الزحیلی ، الدکتور ، تفسیر المنیر ، دمشق ، مطبوعہ دار الفکر ، ۱۹۹۱ء ، ص ۲۱ ، ج ۳۔

۱۹)... ایضاً ، ص ۲۳ ، ج ۳۔

۲۰)... ایضاً ، ص ۲۴ ، ج ۳۔

۲۱)... محمد شفیع ، مفتی ، معارف القرآن ، کراچی ، ادارہ المعارف ، ۱۹۶۹ء ، ص ۵۶۱ تا ۵۶۲ ، ج ۱۔

۲۲)... القرآن ، ۳، ۷۵۔

۲۳)... القرآن ، ۸:۲۲۔

۲۴)... القرآن ، ۲۳:۷۰۔

۲۵)... القرآن ، ۴۵:۵۰۔

۲۶)... القرآن ، ۶:۹۔

۲۷)... القرآن ، ۹۹:۵۔

۲۸)... القرآن ، ۹۲:۱۸۔

۲۹)... القرآن ، ۱۴:۳۹،۱۵۔

۳۰)... القرآن ، ۱۲۵:۱۶۔

۳۱)... نعمانی شبلی ، الکلام ، اعظم گڑھ ، مطبع معارف ، ۱۳۴۱ھ ، ص ۲۳۲۔

۳۲)... القرآن ، ۷:۱۳۔

۳۳)...القرآن ،۲۲:۳۵۔

۳۴)... القرآن ، ۲۳:۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۵)... القرآن ، ۶:۱۰۸۔

۳۶)... القرآن،۲۲:۴۰۔

۳۷)... ندوی ، رئیس احمد جعفری ،مولانا ، اسلام اور رواداری ، محولہ بالا ،ص۵۵۔

۳۸)... القرآن ،۱۶:۹۰۔

۳۹)... القرآن ، ۴۰: ۴۔

۴۰)... القرآن ،۳:۱۰۸۔

۴۱)... القرآن ، ۲۲:۴۰۔

۴۲)... القرآن ، ۷:۵۵۔

۴۳)... القرآن ، ۵۸: ۶۔

۴۴)... القرآن ، ۲۳:۴۱۔

۴۵)... ایضاً۔

۴۶)... القرآن ، ۱۸:۲۹۔

۴۷)... القرآن ، ۷:۴۱۔

۴۸)... القرآن ، ۴۲: ۴۲۔

۴۹)... سرور ، پروفیسر (افکار مولانا عبید اللہ سندھی) ،حالات زندگی تعلیمات اور سیاسی افکار ، لاہور،المحمود اکیڈمی،۱۹۷۶ئ،ص۲۶۸۔

۵۰)... القرآن ، ۶:۸۔

۵۱)... القرآن ، ۴:۲۵۔

© rasailojaraid.com

۵۲)... القرآن ، ۴:۱۔

© rasailojaraid.com

۵۳)... القرآن ،۷:۵۹۔

۵۴)... القرآن، ۱۶:۱۲۶۔

۵۵)... محمد شفیع ،مفتی ،معارف القرآن ،محولہ بالا ،ص ۴۲۳، ج ۵۔

۵۶)... محمد طاسین ، مولانا ، قرآن مجید اسلامی فکر کا بنیادی سرچشمہ ، کوئٹہ ،جامعہ بلوچستان ، ۱۹۸۱ ئ، ص ۴۵تا ۴۶، ۴۸۔

۵۷)... القرآن ، ۴ :۵۸۔

۵۸)... ایضاً۔

۵۹)... القرآن ، ۴ :۱۴۔

۶۰)... القرآن ، ۳ : ۱۱۰۔

۶۱)... طاہر القادری ، ڈاکٹر ، سیرۃ رسول ، لاہور ، منہاج القرآن پبلیکیشنز، ۱۹۹۸ء ، ص ۹۰ تا ۹۱ ،ج ۵۔

۶۲)... القرآن ، ۲ :۳۸۔

۶۳)... القرآن ، ۱۰۶ :۴۔

...☆☆☆☆☆...

© rasailojaraid.com